نمبر ۷۴ | مورخہ ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۳ شوال سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت بفضل خدا اچھی ہے۔ حضور نے ۲۰ مارچ سے بعد نماز عصر قرآن کریم کا درس شروع فرمایا ہے۔

صاحبزادی امۃ الحکیم سلمہا اللہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تا حال بیمار ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب ایک ہفتہ کی رخصت پر اپنے وطن رام پور تشریف لے گئے۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب دہلی سے اور مولانا غلام رسول صاحب راجیکی جموں سے تشریف لے آئے ہیں۔

اخبار احمدیہ

بہار احمدیہ پراونشل کانفرنس کا سالانہ جلسہ

شہر بھاگلپور میں ۱۴۔۱۵۔ مارچ کو بہار احمدیہ پراونشل کانفرنس کا سالانہ جلسہ بہت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ ممبروں کی تعداد جو کہ دوسرے مقامات سے آئے۔ کافی تھی۔

۱۴۔ مارچ کو بعد از نماز جمعہ مجلس شاورت کا جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مولانا عبد الماجد صاحب کی ایک نظم جو خاص اسی موقعہ کے لئے تیار کی گئی تھی سنائی گئی۔ استقبالیہ کمیٹی کے صدر مولوی نظیر الحق صاحب کا خطبہ مولوی علی احمد صاحب ایم۔ اے نے پڑھکر سُنایا۔ پھر جلسہ شاورت کے صدر حضرت مولانا عبد الماجد صاحب نے اپنا خطبہ صدارت سُنایا۔ بعد ازاں مولوی عبد الباقی صاحب ایم اے جنرل سکرٹری نے اپنی سالانہ رپورٹ سُنائی۔ جو نہایت دلچسپی سے سُنی گئی۔ اس کے بعد بعض احباب نے سالانہ کارگذاری کے متعلق سوالات کئے جن کے جوابات مولوی سید ارادت حسین صاحب سکرٹری دعوت و تبلیغ مولانا حکیم خلیل احمد صاحب اسسٹنٹ سکرٹری مولانا علی احمد صاحب ایم۔ اے سکرٹری تعلیم و تربیت اور مولوی عبد الباقی صاحب ایم۔ اے جنرل سکرٹری نے دئے۔

۱۵۔ مارچ کی صبح کو مجلس شاورت میں نئی تجویزیں پیش ہوئیں اور ایک کمیٹی بنائی گئی۔ ۲ بجے سے ۵ بجے تک مجلس عام میں بحث و مباحثہ کے بعد تمام تجویزیں پاس ہوئیں۔ شب کے وقت مولوی اختر علی صاحب کے مکان پر ایک جلسہ عام ہوا۔ جس میں غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب بھی کثرت سے شریک ہوئے۔ حضرت مولانا عبد الماجد صاحب

نے "اسلام اور دیگر مذاہب" اور مولانا حکیم خلیل احمد صاحب نے "سلسلہ احمدیہ" پر بہت کامیاب اور پُر اثر تقریریں کیں۔ اور لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ بالآخر شکریہ اور دُعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ مولوی حکیم محمد سعید صاحب و دیگر احباب بھاگلپور نے بہت سرگرمی کے ساتھ مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ مونگیر اور بھاگلپور کے والنٹیروں نے بہت جوش اور خلوص کے ساتھ کام کیا۔ والنٹیروں کے لیڈر عبدالرب صاحب ابن مولوی علی احمد صاحب ایم۔ اے خصوصیت سے قابل تعریف ہیں ؛

خاکسار محمد سمیع احمدی (ایم۔ اے۔ بی۔ ایل) جوائنٹ جنرل سکرٹری بہار احمدیہ پراونشل کانفرنس ؛

یوسف پور ضلع بستی میں "اہلحدیث" کا جلسہ

۹-۱۰-۱۱ مارچ ۱۹۳۰ء اہلحدیثوں نے جلسہ کیا کیونکہ اس موضع کے سب سے بڑے قابل احترام زمیندار اور اہلحدیث کے سب سے بڑے جید عالم کے پسر مولوی ابو الفضل محمد لیث صاحب حال ہی میں احمدی ہو چکے ہیں۔ حسب طلب مولوی محمد لیث صاحب۔ یہ عاجز بھی جماعت احمدیہ لکھنؤ کی طرف سے گیا۔ دیکھا کہ ایک طرف سب انسپکٹر پولیس ناجائز دباؤ ڈال رہا ہے۔۔ دوسری جانب کئی سو اہلحدیث غل مچا رہے ہیں۔ کہ چپ رہو چپ رہو۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی خاموش رہنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔ مگر مولوی محمد لیث صاحب نے اعتراضات کو خوب رد کیا۔

مرزا حسام الدین بشیر ت گنج لکھنؤ

میانوونڈ میں مناظرہ

میاں ونڈ۔ ضلع امرتسر میں ۸۔ ۹ مارچ "وفات مسیح علیہ السلام۔ صداقت مسیح موعود علیہ السلام اور مسئلہ نبوت" پر مباحثے ہوئے۔ ہماری طرف سے مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبد الغفور صاحب مناظر تھے۔ اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی عبدالرحیم شاہ اور مولوی محمد امین صاحبان۔ مناظروں میں احمدیوں کو بفضل خدا نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ؛ خورشید احمد از میانوونڈ

ضرورت مبلغ

ضلع رہتک میں تبلیغ احمدیت کے لئے سردست چھ ماہ کے واسطے ایک ایسے مبلغ کی ضرورت ہے۔ جو قرآن کریم اور احادیث کا ترجمہ جانتا ہو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے بھی پوری واقفیت رکھتا ہو۔ حسب الضرورت اپنے حلقہ تبلیغ میں آریوں اور عیسائیوں وغیرہ سے بھی مقابلہ کر سکے۔ ممکن ہے۔ چھ ماہ کے بعد بھی اسے وہاں رکھا جا سکے۔ تنخواہ تیس روپے ماہوار ہوگی۔ اور سفر خرچ اس کے علاوہ۔ جو کسی صورت میں بیس روپے ماہوار سے زیادہ نہ ہو گا مجاہدین سلسلہ عالیہ احمدیہ جو اس علاقہ میں کام کر سکیں۔ فوراً درخواستیں بتصدیق مقامی امیر یا پریذیڈنٹ یا سکرٹری جماعت احمدیہ بھجوا دیں۔ جو علمی قابلیت و عمر و تجربہ تبلیغ کے متعلق خصوصیت سے درخواست پر رپورٹ کریں ؛ ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

خریداران بیرون ہند

ہندوستان سے باہر جو الفضل کے خریدار ہیں۔ ان سب کے نام خطوط بھجوا کر اطلاع دے دی گئی ہے۔ کہ آپ کا چندہ الفضل فلاں تاریخ سے ختم ہے۔ پس اگر ان اصحاب کی طرف سے ۳۰۔ اپریل تک کوئی رقم وصول نہ ہوئی۔ تو ہم ان کا اخبار تا وصولی قیمت امانت رکھنے پر مجبور ہیں۔ (مینیجر الفضل)

انجمنہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ

سکرٹریان جملہ انجمنہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ اپنے پتوں سے مجھے بہت جلدی مطلع فرمائیں۔ تاکہ انجمنہائے ضلع گوجرانوالہ کی تنظیم کی جا سکے۔ خاکسار محمد بخش میر جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ گوجرانوالہ ؛

حیدرآباد دکن میں ایک احمدی مبلغ کی نمایاں کامیابی

آریوں کے آنائے رہنما پر چارک دھرم بھکشو کو شرمناک ہزیمت

(تار بنام الفضل)

حیدرآباد۔ ۲۲۔ مارچ۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے انجمن اتحاد المسلمین کے نمائندہ کی حیثیت سے آریہ سماج کا چیلنج منظور کر لیا۔ عالمگیر مذہب اور تناسخ پر دو مباحثات ہوئے۔ جن میں رسوائے عالم دھرم بھکشو کو جسے لوگ برطانوی ہند کا زہریلا بچھو کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ سخت ہزیمت ہوئی۔ مسلمان ہزاروں کی تعداد میں شامل ہوئے اور سخت اشتعال کے باوجود پُر امن رہے ؛

سکرٹری انجمن اتحاد المسلمین حیدرآباد

سرگودہا میں تبلیغی جلسہ

سرگودہا میں میلہ اسپاں کے موقعہ پر ۱۰ لغایت ۱۵۔ مارچ تبلیغی جلسہ کیا گیا۔ مولوی مہرالدین صاحب۔ سید اصغر علی شاہ صاحب مولوی محمد عبداللہ صاحب۔ مولوی منظور احمد صاحب سلانوالی اور چوہدری حاکم علی صاحب نے مختلف موضوعات پر دلچسپ تقریریں کیں۔ ۱۴۔ مارچ کو بیرونی انجمنہائے ضلع سرگودہا کے نمائندوں کا اجلاس ہوا۔ جس میں ہمیشہ میلہ اسپاں پر جلسہ کرنے کی تجویز پاس ہوئی۔ نیز سرگودہا کی جماعت کو ضلع کی مرکزی جماعت قرار دیا گیا۔ محمد سعید از سرگودہا ؛

اظہار حقیقت

میں کئی سال قادیان سے باہر رہا ہوں اسی عرصہ میں کسی شخص نے اخبار پیغام صلح لاہور میں میری طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے فسخ بیعت کا اعلان شائع کیا۔ یا کرایا تھا۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے خلیفہ ہیں۔ اور میں نے اپنے اس عقیدہ کو کبھی تبدیل نہیں کیا ؛

عبدالرحیم حجام از قادیان ؛

درخواست ہائے دُعا

۱۔ عاجز کی بیوی (دختر حکیم سید غلام حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ منٹگمری) عرصہ تین ماہ سے بعارضہ بخار وغیرہ مسلسل بیمار چلی آرہی ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔ خاکسار رحمت علیشاہ احمدی۔ رنگون۔

۲۔ میرے والد چوہدری نواب الدین صاحب احمدی ساکن جنگل ہداد و د بیمار ہیں۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار محمد فضل الٰہی سیالکوٹ

۳۔ بندہ چند دنوں سے بیمار ہے۔ میری صحت نیز میرے لڑکے کی کامیابی کے لئے احباب دعا کریں۔ خاکسار گلاب الدین ہیڈ کانسٹیبل پولیس

۴۔ میرا لڑکا بیمار ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا کریں۔ خاکسار نور احمد

۵۔ مرزا محمد اسحاق صاحب اور مرزا دین محمد صاحب سخت بیمار ہیں احباب ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ مرزا نذیر علی قادیان

اعلان نکاح

۱۔ محمد حیات ولد اللہ دتہ احمدی کا نکاح بعوض حق مہر ۲۹۰۔ روپے نور بیگم دختر چوہدری صاحبداد صاحب احمدی ساکن باجرہ ضلع گجرات سے حکیم محمد قاسم صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لالہ موسیٰ نے مورخہ ۲۸ کو پڑھا۔ نیز راجہ فرزند علی صاحب احمدی ساکن بلانی کا نکاح ولائیت بیگم بنت راجہ اکبر خاں بعوض مہر دو سو روپیہ خاکسار نے پڑھا۔ سلطان احمد

۲۔ ۹۔ مارچ ۱۹۳۰ء کو بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے برادرم مولوی غلام محمد خانصاحب بی۔ اے سینیئر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول کہروڑ پکا ضلع ملتان کا نکاح امۃ العزیز بیگم بنت قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی قادیان کے ساتھ دو ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ بابرکت بنائے۔ شاہ محمد نور منزل قادیان

۳۔ مورخہ جنوری ۱۹۳۰ء کو مسمات الفت بنت فتح محمد صاحب کا نکاح مبلغ چارصد روپیہ مہر پر میاں جان محمد ولد محمد جیوا صاحب احمدی موضع خان پور ریاست پٹیالہ سے۔ اور مسماۃ مجیدن بنت میاں بوٹا صاحب کا نکاح مبلغ چارصد روپیہ مہر پر میاں نیاز محمد ولد عطا محمد صاحب سکنہ خان پور ریاست پٹیالہ سے مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے پڑھا ؛ خاکسار غلام غوث۔ کارکن نظارت امور عامہ قادیان ؛

ولادت

۱۔ میرے ہاں ۶ فروری ۱۹۳۰ء لڑکا تولد ہوا۔ احباب صحت وسعادت دارین کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار سید صمصام الدین گنگ ؛ ۲۔ مخدومی مولوی اسحٰق علی صاحب وکیل امیر جماعت محبوب نگر نے اپنے بچہ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں (عشہ) کا گرانقدر عطیہ ولادت فنڈ میں عطا فرمایا ہے۔ احباب مولود مسعود کی درازی عمر کے لئے خاص دعا فرمائیں۔ عبدالرحیم جنرل سکرٹری ؛ ۳۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی دعاؤں کے طفیل دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب مولود کی صحت اور سعادت دارین کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار حشمت اللہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی

موجودہ شاہ کابل کے متعلق

مولوی ثناء اللہ صاحب نے موجودہ شاہ کابل کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مفہوم اور اس امر کے متعلق کہ نادر خان کی بجائے نادرشاہ کے الفاظ پیشگوئی میں اس لئے آئے تھے۔ کہ نادر خاں نے نادرشاہ کہلانا تھا۔ اعتراض کی کوئی گنجائش نہ پاکر بلکہ اسے "بہت معقول بات" قرار دیتے ہوئے "مگر" لگا کر جو سوال کیا ہے۔ وہ یہ ہے:۔

"کیا افغانستان میں نادرشاہ بولا جاتا ہے۔ کیا افغانستان کی اصطلاح میں بادشاہ کو شاہ کے لقب سے کبھی یاد کیا گیا۔ کیا کبھی عبدالرحمٰن شاہ۔ یا حبیب اللہ شاہ یا امان اللہ شاہ کے القاب کسی نے سنے۔ وہاں تو شاہ کا لقب بادشاہ کے لئے ہے ہی نہیں۔ بلکہ ہم کہینگے۔ کہ ہندوستان میں کسی معتبر تحریر میں عبدالرحمٰن شاہ یا حبیب اللہ شاہ وغیرہ نہیں ملتے۔ پس اگر یہ الہام افغانستان کے مافی الضمیر کی ترجمانی ہوتی۔ تو شاہ کا لقب نہ ہوتا۔ بلکہ نادر خان کا لقب ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نادرشاہ والا الہام کسی اور موقعہ کے لئے ہے۔ امیر نادر خاں کے متعلق نہیں۔"

اس سوال کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ کیا موجودہ حکمران کابل کو "نادرشاہ" کہا جاتا ہے؟ دوسرا یہ کہ کابل کے سابق حکمرانوں کا یہ لقب تھا یا نہیں۔ حصہ اول کا جواب بعد میں دیا جائیگا پہلے دوسرے حصہ کے متعلق عرض ہے۔ کہ امان اللہ خاں سے قبل چونکہ افغانستان کا کوئی حکمران "شاہ" ہوتا ہی نہ تھا۔ اس لئے کسی کا لقب شاہ نہیں تھا۔ سابقہ حکمران "امیر" کہلاتے تھے۔ اور اسی لقب سے انہیں یاد کیا جاتا تھا۔ افغانستان کے سابق حکمران قریباً اسی طرح گورنمنٹ ہند کے زیر اثر ہوتے تھے جس طرح اعلیٰحضرت نظام دکن ہیں۔ بے شک وہ اپنی ریاست میں حکمران ہیں۔ ان کے نام کا سکہ بھی جاری ہے۔ لیکن جس طرح وہ "شاہ" نہیں کہلا سکتے۔ اسی طرح عبدالرحمٰن اور حبیب اللہ وغیرہ بھی نہیں کہلا سکتے تھے۔

اگر کابل کے سابق حکمران "شاہ" کہلا سکتے۔ یا "امیر" اور "شاہ" کے لقب میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ تو امان اللہ خاں کو "شاہ" کا لقب اختیار کرنے کے لئے گورنمنٹ ہند کی امداد اور کئی قسم کی رعایتیں کیوں ترک کرنا پڑتیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سابق حکمران کابل گورنمنٹ ہند کے اثر اور اقتدار کے نیچے ہونے کی وجہ سے "امیر" کی بجائے "شاہ" نہیں کہلا سکتے تھے۔ اور جب امان اللہ خان کو "شاہ" کہلانے کا شوق ہوا۔ تو اُسے گورنمنٹ انگریزی کی امداد سے دستبردار ہونا پڑا۔ بلکہ اس کے لئے جنگ بھی کرنا پڑی۔

امان اللہ خاں کے نام کے ساتھ "شاہ" کا لقب نہ صرف ان کے حکمران ہونے کے وقت بلکہ "زمیندار" میں تو ان کے کابل سے چلے جانے کے بعد بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ اور ہم نہیں سمجھتے۔ کسی اخبار خواں کے لئے اس کے متعلق کوئی حوالہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ کجا یہ کہ ایک اخبار نویس کے لئے حوالہ دیا جائے۔ لیکن اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کی تسلی بغیر حوالہ نہ ہو سکے۔ تو ہم بیسیوں حوالے ان کے سامنے رکھنے کے لئے تیار ہیں۔

اس میں تو کوئی شک نہیں۔ کہ امان اللہ خان "امیر" کی بجائے "شاہ" کہلانے لگے۔ اور یہ لقب ان کے نام کے ساتھ استعمال ہوا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں۔ کہ یہ ان کے نام کے ساتھ اس طرح چسپاں نہ ہو سکا۔ جس طرح موجودہ حکمران کابل کے نام کا جزو بن گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ امان اللہ خاں کے لئے یہ لقب عارضی تھا۔ اور جلد ہی [illegible] سے محروم ہو جانا تھا۔ لیکن ان کے تھوڑا عرصہ [illegible] حکمرانوں کے "شاہ" کے لقب سے ملقب نہ ہونے [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پر کوئی [illegible] نہیں آتا بلکہ اس کی صداقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ [illegible] جس ملک کے حکمران پہلے ہی "شاہ" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہوں وہاں جو بھی حکمران ہوتا۔ وہ اسی لقب سے ملقب کیا جاتا۔ لیکن جہاں یہ لقب رائج ہی نہ تھا۔ یا جہاں ابھی ابھی اس کا رواج ہوا اور وہ بھی قائم نہ رہا ہو۔ بلکہ اس کے بعد ایک دفعہ اور "امیر" کہلانے کا دور شروع ہو گیا۔ وہاں کے حکمران کا "شاہ" کے لقب سے یاد کیا جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ [illegible] کے خاص تصرف کا پتہ دیتی ہے۔ اور جبکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ موجودہ حکمران کابل کے متعلق نہ صرف "شاہ" کا لقب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ لقب اس کے نام کا جزو بن گیا ہے۔ تو کوئی عقل و سمجھ رکھنے والا انسان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ "نادرشاہ والا الہام کسی اور موقع کے لئے ہے"۔

اب ہم مختصر طور پر مولوی ثناء اللہ صاحب کے دوسرے حصہ اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ موجودہ حکمران کابل کے نام کے ساتھ "شاہ" کا لقب استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس کثرت اور اس تواتر کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ کہ کوئی پڑھا لکھا انسان بشرطیکہ مولوی صاحب کی طرح ضد اور تعصب کی وجہ سے آنکھیں نہ بند کر لے۔ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہی تعجب ہے۔ مولوی صاحب نے یہ سوال کیا ہی کیوں؟ بہرحال اس کا جواب درج ذیل ہے۔

اخبارات میں موجودہ حکمران کابل کے متعلق جو خبریں شائع ہوتی ہیں۔ ان میں ان کے نام کے ساتھ "شاہ" کا لقب استعمال کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے بکثرت حوالے نظر انداز کرتے ہوئے صرف چند ایک پیش کئے جاتے ہیں:۔

"نادرشاہ غازی کی فتح کابل پر مبارکباد۔" (سیاست یکم نومبر ۲۹ء)

"نادرشاہ غازی کے نام کا سکہ جاری ہو گیا۔" " "

"مصطفےٰ کمال اور نادرشاہ غازی کے محبت آمیز نامہ و پیام۔" (سیاست ۴۔ دسمبر ۲۹ء)

"نادرشاہ غازی کی سرگرمیاں۔" (سیاست ۴ دسمبر ۲۹ء)

"اعلیٰحضرت نادرشاہ غازی کا انتخاب سلطنت۔" (انقلاب ۶ نومبر ۲۹ء)

"عہد نادرشاہ کی برکات۔" (انقلاب ۷۔ مارچ ۳۰ء)

"نادرشاہ کی اصلاحات۔" (خلافت ۲۵۔ فروری ۳۰ء)

ان حوالوں سے ظاہر ہے۔ کہ اخبارات میں موجودہ فرمانروائے کابل کے متعلق جو خبریں درج ہوتی ہیں۔ ان میں ان کا ذکر "نادر خاں" کے نام سے نہیں۔ بلکہ "نادر شاہ" کے نام سے کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اخبارات کے ایڈیٹوریل مضامین میں بھی "نادر شاہ" ہی لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ انقلاب ۴۔ دسمبر ۱۹۲۹ء نے ایک پر زور مضمون "اعلیحضرت غازی نادر شاہ کے پاکیزہ عزائم" کے عنوان سے لکھا۔ پھر "نادر شاہ غازی اور زمیندار" کے عنوان کے ماتحت ۲۴۔ دسمبر ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں ایک مضمون شائع کیا۔ غرض "انقلاب" اور دیگر کئی اخبارات کے بیسیوں حوالے موجود ہیں۔ جن میں "نادر شاہ" لکھا گیا۔

پھر اخبارات میں دوسرے اصحاب کے بکثرت ایسے مضامین شائع ہوئے۔ جن میں نادر خاں نہیں۔ بلکہ نادر شاہ ہی کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ کابل کے ایک سابق قوماندان کا مضمون انقلاب ۱۰۔ نومبر میں "محب وطن نادر شاہ غازی" کے عنوان سے شائع ہوا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے قصوری نے "اعلیحضرت محمد نادر شاہ غازی اور تخت افغانستان" کے ہیڈنگ سے ایک مفصل مضمون شائع کرایا۔ افغانستان کے ایک سیاح کے قلم سے "سیاست" ۹۔ جنوری میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان ہے۔ "غازی نادر شاہ تاجدار افغانستان اور غازی امان اللہ کے متعلق فیصلہ کن مضمون"۔

اور دیکھئے۔ شاہ کابل کے بھائی سردار شاہ ولی خاں نے ہندوستان سے گذرتے ہوئے اپنی گفتگو میں نادر شاہ کے ہی الفاظ استعمال کئے۔ چنانچہ پشاور میں انہوں نے کہا۔

"جلالۃ الملک نادر شاہ غازی اورنگ افغانستان پر جلوہ افروز ہونے سے باصرار انکار کرتے تھے۔" (سیاست ۶۔ دسمبر ۱۹۲۹ء)

اسی طرح ایڈیٹر صاحب "الامان" دہلی سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں راستہ بھر آپ کا اخبار پڑھتا جاؤنگا۔ اور اسے اعلیحضرت غازی نادر شاہ کے پاس بھیجونگا۔" (خلافت ۱۰۔ دسمبر ۱۹۲۹ء)

ایڈیٹر صاحب "سیاست" لاہور سے ان کی جو گفتگو ہوئی اس میں تو انہوں نے یہاں تک فرما دیا:۔

"ہندوستان میں لوگ اعلیحضرت کا نام غلط لکھتے ہیں جس روز انہوں نے اعلان مملکت کیا۔ اس روز وہ خان کی جگہ شاہ ہو گئے۔ لہذا اب ان کا نام نادر شاہ۔ شاہ افغانستان ہے۔"

("سیاست" ۱۱۔ دسمبر ۱۹۲۹ء)

لیجئے۔ صاف فیصلہ ہو گیا۔ کہ موجودہ حکمران کابل نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی اپنے نام کے جزو "خان" کی بجائے "شاہ" اختیار کر لیا۔ اور جو لوگ اب ان کے نام میں "خان" لکھتے ہیں۔ وہ غلط لکھتے ہیں۔

یہ ایک ایسی زبردست شہادت ہے۔ کہ کوئی حق پسند اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

اس سے بھی بڑھ کر اور ثبوت لیجئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے اخبار "اہلحدیث" نے متعدد بار "خاں" کی بجائے "شاہ" کا لقب استعمال کیا ہے۔ اور تو اور اسی پرچہ (۲۸۔ فروری) میں بھی جس میں ہم سے "نادر خاں" کی بجائے "نادر شاہ" بولے جانے کا ثبوت طلب کیا گیا ہے۔ اور جس میں یہ لکھا ہے۔

"کہاں الہام میں نادر شاہ اور کہاں کابل میں نادر خاں"

خود نادر شاہ ہی لکھا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵ پر یہ الفاظ درج ہیں۔

"اعلیحضرت نادر شاہ غازی کی علالت کی خبر"

جب خود "اہلحدیث" موجودہ شاہ کابل کو دنیا کے سامنے "نادر شاہ" کے نام سے پیش کر رہا ہے۔ تو پھر نہ معلوم مولوی ثناء اللہ صاحب کس منہ سے کہہ رہے ہیں۔ "جماعت قادیانیہ نے کیسی بات کہدی ہے۔ کہاں نادر خاں۔ کہاں نادر شاہ" اور کونسے نادر خاں کو کابل میں بٹھائے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے۔ چونکہ تعصب اور ہٹ دھرمی نے ان کی عقل و سمجھ پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اس لئے وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ مگر اس طرح بھی عقلمندوں کے لئے اپنے ہاتھوں صداقت تک پہونچنے کے سامان بہم پہونچا رہے ہیں۔

جمعیۃ العلماء نہیں جانتی اب کیا کرے

شاردا ایکٹ کے متعلق "جمعیۃ العلماء ہند" کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے حال ہی میں لکھا تھا:۔

"جمعیۃ العلماء کے سابقہ کارہائے نمایاں کو دیکھتے ہوئے ہمارا تو یہ خیال ہے۔ کہ نہ کوئی مؤثر صورت ان کے ذہن میں آئے گی۔ اور نہ وہ اس پر کاربند ہو سکیں گے"۔

ہمارے اس خیال کی تائید مولانا محمد علی کے ایک مکتوب سے بھی ہوتی ہے۔ جو ۱۴۔ مارچ کے "انقلاب" میں شائع ہوا ہے۔ جس میں مولانا رقمطراز ہیں:۔

"جمعیۃ العلماء کی مقرر کردہ کمیٹی بھی ہڑتال اور جلوس سے زیادہ کچھ نہ کر سکی۔ اور نہیں جانتی۔ اب کیا کرے۔ لیکن یکم اپریل سے سارداا ایکٹ کا نفاذ ہو جائے گا"۔

یہ ہے۔ ان لوگوں کی عملی حالت۔ جو ایک عرصہ سے شاردا ایکٹ کی خلاف ورزی کے لئے شور مچا رہے۔ اور تیاریاں کر رہے تھے۔ معلوم نہیں۔ ان لوگوں میں کسی بات کے متعلق اونچ نیچ سوچنے کا مادہ ہی نہیں یا سوچنا ہی نہیں چاہتے۔

مقروض ہندوستان

عام طور پر لوگ اتنا ہی جانتے ہیں۔ کہ ہندوستانی غریب ہیں مفلس و قلاش ہیں۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مقروض ہیں۔ اور ہر سال کروڑوں روپیہ بطور سود ادا کرتے ہیں۔ لیکن اس امر سے شائد بہت ہی کم لوگ واقف ہونگے۔ کہ ہندوستان ہندوستانیوں سے بڑھ کر مقروض ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ایسوسی ایٹڈ پریس چیمبر آف کامرس نے سائمن کمیشن کے سامنے جو شہادت پیش کی۔ اس میں بیان کیا۔ کہ

"ہندوستان پر ممالک برطانیہ کا ایک ہزار ملین پونڈ یعنی ایک ارب پونڈ یا ۱۵۔ ارب روپیہ قرضہ ہے۔ یہ رقم برطانیہ نے ہندوستان کی صنعت و حرفت یا قرضہ کے سلسلہ میں لگائی ہے"

(مدینہ ۔ ۲۵۔ فروری)

اس سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے۔ کہ ہندوستان کو ہر سال اسی کروڑ روپیہ بطور سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ اصل رقم کی ادائیگی تو درکنار سالانہ سود ادا کرنے کے لئے بھی حکومت ہند کو مزید قرضے لینے پڑتے ہیں۔ معاصر مدینہ نے اعداد و شمار سے ثابت کیا ہے۔ کہ اگر یہی حالت رہی۔ اور ہندوستان اصل رقم قرضہ کچھ ادا کرنے کے بجائے ہر سال سود کے لئے اور قرض لیتا رہا۔ تو ۱۹۵۴ء تک یہ قرضہ سود در سود کے ادا گونی حکر سے ۱۴۔ ارب پونڈ ہو جائے گا۔ حکومت اس بارے میں جس قدر جلد اپنا فرض محسوس کرے۔ اتنا ہی اچھا ہے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے کا موجودہ ٹائم ٹیبل

ریلوے کا جو ٹائم ٹیبل یکم مارچ ۱۹۳۰ء سے جاری ہوا ہے۔ اس کے متعلق کئی مقامات کے لوگ اہم شکایات پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً کسی برانچ لائن سے ایک گاڑی کے جنکشن سٹیشن پر پہونچنے سے صرف چند منٹ قبل مین لائن کی گاڑی روانہ ہو جاتی ہے اسی طرح گاڑیوں کے انتظار میں بہت وقت ضائع کرنا پڑتا ہے مثلاً سیالکوٹ سے براہ "ویرکا" پٹھانکوٹ لائن پر سفر کرنے والوں کو قریباً سات گھنٹے ویرکا جنکشن پر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جہاں نہ کوئی کھانے پینے کی چیز مل سکتی ہے۔ اور نہ ہی ٹھیرنے کا کوئی انتظام ہے۔ اور جو مسافر شام کی گاڑی سے آئیں۔ انہیں تو تمام رات ویرکا سٹیشن پر بسر کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح قادیان سے ایک گاڑی صبح پانچ بجے روانہ ہوتی ہے۔ جسکا آگے کسی بھی گاڑی سے میل نہ ہونے کی وجہ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ غرض ٹائم ٹیبل میں اور بھی کئی نقائص

نبی کا نام پانے کی خصوصیت

۲۳ فروری کے "پیغام صلح" میں مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے حسب معمول دھوکہ دینے کی سرتوڑ کوشش کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں حضرت مسیح موعود کو اس قدر غیرت تھی۔ کہ آپ نے جب صحیح مسلم میں آنیوالے مسیح کی نسبت نبی اللہ کا لفظ دیکھا۔ تو آپ نے فوراً اس کی تاویل کی کہ وہ مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ خود اپنے الہام میں جب اپنے متعلق لفظ نبی کا سنا۔ تو بھی اس کی تاویل کی۔ کہ یہ مجازی طور پر کثرت مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے استعمال کیا گیا۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا"

لیکن اس تاویل کی جو وجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بیان فرمائی ہے۔ اسے بالکل نظر انداز کر دیا۔ آپ نے جس بات کی تاویل کی۔ وہ یہ ہے:-

"گویا میں ایسی نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعوےٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ سے میں یہی لکھتا رہا ہوں۔ کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعوےٰ نہیں"

(خط بنام اخبار عام ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء)

پس لفظ "نبی" کی تاویل کرنے سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو صرف یہی کہ آپ ایسی نبوت کے مدعی نہ تھے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے علیحدہ ہو کر ملے۔ چنانچہ آپ نے ان تمام حوالجات کے متعلق جن میں نبوت کی تاویل کی گئی تھی۔ یہ لکھ کر فیصلہ فرما دیا۔ کہ:-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس تحریر سے صاف ثابت ہے۔ کہ آپ نے نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ جب انکار کیا ہے۔ تو لوگوں کی اس خود ساختہ اصطلاح سے کیا ہے۔ کہ نبی وہی ہوتا ہے۔ جو شریعت لائے۔ یا جس کی نبوت بلا واسطہ ہو۔ اور جو کسی سابق نبی کی امت میں سے نہ ہو۔

اشارات

اخبارات میں یہ افواہ شائع ہونے پر کہ "جب گاندھی جی سمندر کے ساحل کے پاس پہونچیں گے۔ تو ساحل اور آپ کے جتھے کے درمیان پٹھان سپاہی کھڑے کر دئے جائیں گے۔ تاکہ وہ آپ کے جتھے کو ساحل تک جانے سے روکیں" ہندوؤں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ اور ہندو اخبار سراسیمہ ہو کر کہہ رہے ہیں۔ "پٹھان سپاہیوں کو کیوں متعین کرتے ہو" (ملاپ ۱۹-مارچ)

معلوم نہیں۔ اس افواہ میں حقیقت کا کوئی شائبہ ہے بھی یا نہیں لیکن اگر ہے۔ تو گو حکومت دھوتی پوشوں کی ایک پارٹی کے مقابلہ میں جیسا کہ خود بتاتا ہے "پٹھان سپاہیوں" کو کھڑا کر کے ان کی شجاعت اور بہادری کی روایات کی تحقیر کرنے کی مرتکب ہوگی۔ تاہم کہنا پڑتا ہے۔ اس تجویز کا مجوز اس اثر سے پورا پورا واقف ہے۔ جو بہادر سے بہادر ہندو کے دل و دماغ پر "پٹھان" کے لفظ سے پیدا ہوتا۔ اور وہ ہندو کی اس حالت سے بھی باخبر ہے۔ جو پٹھان کی شکل دیکھ کر اس کی ہوتی ہے۔

آج کل ہندوؤں میں سب سے بہادر اور جری ڈاکٹر مونجے سمجھے جاتے ہیں۔ جو نہ صرف ہندو مردوں کو فنون حرب سیکھنے اور مسلح رہنے کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ ہندو عورتوں کو بھی ہر وقت کٹار بند رہنے کا حکم دے چکے ہیں۔ اگر ان کے متعلق یہ دکھا دیا جائے۔ کہ "پٹھان" کی کس قدر ہیبت ان کے قلب پر طاری ہے۔ تو دوسرے ہندوؤں کے متعلق خود بخود اندازہ ہو سکتا ہے۔

مونجے صاحب نے ۱۴-مارچ گوروکل بردوار کے سالانہ جلسہ میں بالفاظ "پرتاپ" (۱۹-مارچ) جو "کھری کھری باتیں سنائیں" ان میں ہندو اور پٹھان کی ایک لڑائی کا اس طرح ذکر کیا ہے:-

"بمبئی میں ۱۸ لاکھ کی آبادی ہے۔ جس میں سے گیارہ لاکھ ہندو ہیں۔ اور ایک لاکھ مسلمانوں میں چار پانچ ہزار پٹھان ہیں۔ گیارہ لاکھ ہندوؤں کے ساتھ ۴-۵ ہزار پٹھان لڑ رہے ہیں اور ہندو اپنی جان بچانے کے لئے بال بچوں تک کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں"

یہ تو گیارہ لاکھ ہندوؤں اور ۴-۵ ہزار پٹھانوں کا اس حالت میں مقابلہ ہے۔ جبکہ ہندوستان میں انگریز حکمران ہیں لیکن اگر انگریز تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہو جائیں۔ تو پھر کیا ہو۔ اس کے متعلق مونجے صاحب کے تخیل نے یہ فرض کرتے ہوئے۔ کہ "انگریز ہوائی جہاز پر چڑھ کر اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور درہ خیبر سے پٹھان حملہ کر دیتے ہیں" جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ یہ ہے:-

---

"اس وقت پوجیہ پاد مالوی جی برہمن کے پاس جاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ پٹھان آ رہے ہیں سپاہی دو۔ برہمن کہتا ہے مالوی جی آپ کی عقل کو کیا ہو گیا۔ برہمن کے لئے تو ہتھیار اٹھانا شاستر درجت ہے۔ ہم تو شیرواد دے سکتے ہیں۔ دکشنا دو اور شیرواد لو۔ مالوی جی بنئے کے پاس جاتے ہیں۔ تو وہ سپاہی دینے کا مطالبہ سن کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے۔ مالوی جی ہمارے پاس سپاہی کہاں۔ پھر اچھوت کے ہاں جاتے ہیں۔ وہ اشتہر یہ میں پڑ جاتا ہے۔ کہ مالوی جی میرے گھر کیسے آئے۔ مالوی جی کہتے ہیں۔ پٹھانوں نے حملہ کر دیا ہے۔ مسلمان ایک کروڑ سپاہی دینے کو تیار ہیں۔ ہم سے ۱/۲ ۲ کروڑ مانگتے ہیں۔ میں نے برہمنوں سے کہا۔ بنیوں سے مانگے۔ لیکن وہ سپاہی دینے کو تیار نہیں۔ ہمیں سوراجیہ ملا تھا اس پر پٹھانوں نے حملہ کر دیا۔ اب اس کی حفاظت کے لئے سپاہی ڈھونڈ رہا ہوں۔ برہمنوں سے مانگے۔ وہ کہتے ہیں۔ شاستر میں برہمن کے لئے تلوار پکڑنا لکھا نہیں۔ ویش کہتے ہیں۔ ہمارا تو تلوار دیکھ کر دل بیٹھا جاتا ہے۔ ہم اسے چلانے کے لئے سپاہی کہاں سے دیں۔ شودروں سے بھی کوئی وعدہ نہیں ملا۔ اب تمہارے امتحان کا وقت ہے"

جس قوم کے بہت بڑے سورمے اور ویر کی "پٹھان" کے متعلق دماغی کیفیت یہ ہو۔ کوئی تعجب نہیں۔ اگر اس کے تخیل نے گاندھی جی کے جتھے کے سامنے پٹھان سپاہیوں کے کھڑے کئے جانے کی خبر خود گھڑ لی ہو۔ یا پھر جتھہ کو پٹھان سپاہیوں کی صرف شکل دکھا کر با امن شکست دینے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جانے کا موقعہ بہم پہونچانے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہو۔

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

۱۰ مارچ بعد نماز عصر حضورؑ نے ایک نکاح کا اعلان کرنے سے قبل آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا میں ایک ایسا تغیر پیدا کیا ہے۔ جسے خدا تعالےٰ نے ہی ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ یعنی آپ دنیا میں

زندگی پیدا کرنے کیلئے

آئے تھے۔ ایک حیات وہ ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتی ہے۔ بندے کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ وہ حیات بندہ نہ بغیر اذن اللہ کے اور نہ باذن اللہ دے سکتا ہے۔ بعض نادان اپنے شرک پر پردہ ڈالنے اور اپنی وثنیت کو چھپانے کے لئے اذن اللہ کی آڑ لے لیتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی

اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید

ہے۔ کہ وہ کسی اور کو یہ حیات بخشنے کی اجازت دیدے۔ اس طرح تو پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے اذن سے اپنے لئے بیٹا۔ بیٹی یا بیوی بنا سکتا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے اذن سے اپنے جیسا خدا بنا سکتا ہے۔ لیکن جس طرح ہم ان باتوں کو جائز نہیں سمجھتے۔ اسی طرح یہ بات بھی ناجائز ہے۔ کہ وہ اپنی وہ صفات کسی اور کو دے۔ جن کے دینے سے اس کی

توحید پر بٹہ

لگتا ہے۔ اس لئے وہ حیات تو کوئی دوسرے کو نہیں دے سکتا ہاں ایک اور حیات ہوتی ہے۔ جو انسان غیر انسان سب کو ملتی ہے۔ ایک شاعر اپنے شاگرد کے شعر میں اچھی اصلاح کر دیتا ہے تو شعر سمجھنے والے کہتے ہیں۔ شعر میں جان ڈال دی۔ وہ ذرا ترتیب کو بدل کر اور محاورہ میں چستی پیدا کر دیتا ہے۔ تو کہنے والے کہتے ہیں۔ شعر میں جان ڈال دی۔ کوئی مصور اپنے قلم سے ایسی گلکاری کرتا ہے۔ کہ کوئی خوبصورت باغ۔ اچھلتا ہوا سمندر یا جیسے پر آمادہ انسان کی تصویر دکھا دیتا ہے۔ تو ایک ماہر فن دیکھکر فوراً کہہ اٹھتا ہے۔ ہے تو یہ کاغذ کی تصویر۔ مگر اس میں جان نظر آتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ ابھی بول اٹھیگی۔ اگر جانور کی تصویر ہو۔ تو کہتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ ابھی گانے لگ جائے گی۔ یا اگر باغ کا نظارہ ہے۔ تو کہتا ہے۔ اسے دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا ہم باغ میں آ گئے۔ اور واقعی پھولوں میں پھرنے لگ گئے ہیں۔ اس طرح مصور بھی تصویر میں جان ڈال دیتا ہے۔

پس ان محاوروں سے معلوم ہوا۔ کہ

جان ڈالنے کے معنے

ہیں۔ کسی چیز کے بے معنی ہونے کا ازالہ کر کے بامعنی بنا دینا جب ہم کہتے ہیں۔ استاد نے فلاں شعر میں جان ڈال دی۔ تو اس کے یہی معنے ہوتے ہیں۔ کہ پہلے وہ شعر ایسا نہیں تھا۔ کہ ہمارے دل کی گہرائیوں تک پہونچ جائے۔ اور دل کی تاروں کو اس طرح نہیں چھیڑتا تھا۔ کہ ان سے راگ پیدا ہو جائے۔ مگر اب اس کے سننے سے ہمارے اندر ایک حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح تصویر میں جان ڈالنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اسے جاذب بنا دیا جائے۔ اور اسے دیکھتے ہی دماغ

افکار کے سمندر میں

نئے نئے مطالب کی تلاش کے لئے غوطہ زن ہونے لگے۔ گویا اسے بامعنی کر دیا گیا۔

اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ہر چیز کو جو بے معنی تھی۔ بامعنی کر دیا۔ اور اس طرح اس میں جان ڈالدی

دنیا کی کوئی بات

لے لو جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دخل دیا ہو۔ یا اس پر ہاتھ رکھا ہو۔ آپ کو نظر آئے گا۔ کہ آپ کے ہاتھ رکھتے ہی گویا اس میں جان پڑ گئی۔ صدقہ زکوٰۃ کو ہی لے لو پہلے بھی لوگ صدقہ اور زکوٰۃ دیتے تھے۔ مگر اس میں کوئی جان نظر نہ آتی تھی۔ یہی معلوم ہوتا۔ کہ غریب لوگوں کی دوسرے بطور احسان مدد کر دیتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آکر اس میں بھی جان ڈال دی۔ آپ نے بتایا۔

ہر انسان کی کمائی میں دوسرے کا حصہ

ہے۔ دنیا میں کوئی شخص اکیلا کچھ نہیں کما سکتا۔ ہر چیز دنیا میں تمام انسانوں کے لئے ہے۔ وہ زمین جو میرے قبضہ میں ہے۔ وہ صرف میرے لئے نہیں۔ بلکہ بنی نوع کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ اس لئے یہ نہیں۔ کہ میں مسکین کو دیکھ کر اور اس کی غربت پر رحم کھا کر بطور احسان اس کو کچھ دیتا ہوں۔ بلکہ میری مملوکہ زمین میں ازل سے اس کا حصہ مقرر تھا۔ کیا ہوا۔ اگر بعض حالات کے ماتحت وہ زمین میرے قبضہ میں آ گئی۔ اگر میں نے وہ کسی سے خریدی بھی ہے تو بیچنے والے کا اس پر حق کہاں سے آ گیا تھا۔ اگر اس نے بھی آگے کسی سے خریدی تھی۔ تو اس کے پاس بیچنے والے کا حق کہاں سے آیا تھا۔ اس طرح تلاش کرنے سے کوئی نہ کوئی مالک ایسا مل جائے گا۔ جس نے اسے خالی پایا۔ اور اپنا قبضہ جما لیا۔ مگر اس طرح دوسروں کی عدم ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہ

نظامی پہلو

ہے۔ کہ ہم موجودہ تقسیم کو تسلیم کرتے ہوئے اس میں دخل نہیں دے سکتے۔ ورنہ خدا تعالےٰ نے جو کچھ پیدا کیا سب کے لئے پیدا کیا ہے یہ نقطہ سمجھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صدقہ خیرات میں جان ڈال دی۔ چنانچہ جن الفاظ میں آپؐ کو صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ملا۔ وہ یہ ہیں:- خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم۔ ان سے صدقہ لے۔ اور اس طرح انہیں پاک کر۔ یہ پاکیزگی اس طرح ہے۔ کہ ان کے اموال میں دوسروں کا حصہ ہے۔ اور ان پر یہ الزام آتا تھا۔ کہ وہ دوسروں کا حصہ کھاتے ہیں۔ اس لئے ان سے کچھ حصہ

بطور شرعی ٹیکس

وصول کر کے دوسروں کو دے۔ جن کے پاس نہیں۔ اور اس طرح ان کے اموال کو پاک کر۔ یہ خطبہ نکاح ہے۔ اس لئے میں تفصیلاً تو اس مضمون کو بیان نہیں کر سکتا۔ صرف نکاح کی مثال لے لیتا ہوں۔ ہندوؤں میں نکاح کے وقت چند پھیرے دیدئے جاتے ہیں۔ کیا ہی

بے معنی اور مردہ رسم

ہے۔ اسی طرح عیسائیوں میں انگوٹھی دے دی جاتی ہے۔ یا عورت سے کہلوایا جاتا ہے۔ کہ میں ہمیشہ کے لئے اس مرد کی خادم رہونگی۔ اس میں کس بے دردی سے

عورت کے حقوق

کو کچلا گیا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے۔ اور آپؐ نے نکاح میں جان ڈال دی۔ ظاہراً اگر مرد عورت آپس میں ایک دوسرے کو پسند کر لیں۔ تو ان کے اتحاد اور اتفاق سے زندگی بسر کرنے کے متعلق کیا خدشہ باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکاح کے موقعہ پر ایک اعلان ضروری رکھا جس میں خاص آیات کی تلاوت کا حکم دیا۔ اور

میاں بیوی کی ذمہ داریوں پر وعظ

سنانا ضروری رکھا۔ مرد۔ عورت کو بتایا گیا۔ کہ ان شرائط کو قبول کرتے ہوئے تم آپس میں معاہدہ کرتے ہو۔ اور ان شرائط سے تم آزاد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ طبعی ہیں۔ کوئی شخص خواہ عہد کرے کہ میں کھانا نہیں کھاؤنگا۔ لیکن اس سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معدہ بہرحال کھانا مانگے گا۔ اور منہ سے کھانا نہ کھانے کا اقرار کر کے کوئی شخص بھوک سے نہیں بچے گا۔ تو

طبعی ذمہ داریوں

سے کوئی شخص آزاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان تعلقات کی حد بندی کر دی۔ کہ یہ طبعی شرائط ہیں۔ ان کی پابندی بہرحال نہیں کرنی پڑیگی

ان کے علاوہ جو شرائط اور معاہدے اپنے لئے مناسب سمجھو کرو۔ مہر گھٹاؤ۔ یا بڑھاؤ۔ رہائش کے متعلق باہمی جو معاہدہ مناسب سمجھو کرو۔ مگر یہ باتیں جو ان آیات میں بیان ہیں جنہیں نکاح کے موقعہ پر پڑھنے کا حکم ہے۔ ضروری ہیں۔ اور ان سے تم کسی صورت میں بھی آزاد نہیں ہو سکتے۔

میں ان کی تفصیل میں اس وقت نہیں جاسکتا۔ کیونکہ وہ بارہا بیان کی جا چکی ہے۔ اس وقت صرف اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

ہماری جماعت کے لوگ

اس سے بخوبی واقف ہیں۔ ان آیات میں کچھ ذمہ داریاں مرد و عورت پر ڈالی گئی ہیں۔ اور انہیں سے اسلامی نکاح زندہ ہے اگر انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ تو پھر اسلامی نکاح بھی دوسرے نکاحوں کی طرح مردہ ہو جائیگا۔ عام مسلمانوں نے تو اسے مردہ ہی بنا رکھا ہے۔ وہ پہلے ان آیتوں کی تلاوت کر دیتے ہیں۔ اور پھر فارسی کا ایک پرانا خطبہ جسے نہ نکاح پڑھنے والا خود سمجھتا ہے اور نہ لڑکی یا لڑکا۔ یا ان کے متعلقین میں سے کوئی سمجھ سکتا ہے۔ پڑھ دیتے ہیں۔ ہمارے ایک عزیز کا نکاح ہوا۔ تو مولوی صاحب نے انہیں کہا۔ بگو من قبول کردم۔ اتفاق سے وہ کچھ فارسی جانتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ من قبول کردم۔ مولوی صاحب نے کہا۔ نہیں۔ کہو بگو من قبول کردم۔ انہوں نے کہا۔ مولوی صاحب نکاح میرا ہے۔ آپ کا تو نہیں۔ مگر مولوی صاحب نے کہا۔ کہ اگر یہ نہیں کہو گے۔ تو نکاح جائز نہیں ہوگا۔

تو دیکھو۔ کیا

بے جان چیز

بنا دی گئی۔ اسی طرح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ ہر چیز کا ان لوگوں نے گلا گھونٹ دیا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور

اس زمانہ کے مامور

کا یہ احسان ہے۔ کہ اس نے پھر اپنی مسیحیت دکھائی۔ اور قم باذن اللہ کی شان ظاہر کرکے ہمیں پھر

جام زندگی

پلایا۔ نادان کہتے ہیں کہ قم باذن اللہ کے معنے مردہ زندہ کرنے کے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں جو زندگی بخشنے کا ذکر ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر دنیا کو دی۔ اور جو باقی تمام انبیاء اپنے اپنے زمانہ میں دیتے رہے ہیں۔ اور ایسی ہی زندگی مسیح علیہ السلام بخشتے تھے۔ مگر ایک فرق ہے۔ کہ باقی تمام انبیاء کا زندگی بخشنا صرف طیر اور پرندے ہونے کی حیثیت تک تھا۔ بے شک وہ زندگی اور بیداری پیدا کرتے تھے۔ مگر وہ ایسی ہوتی تھی۔ جیسے پرندہ اڑتا تو ہے۔ مگر وہ اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا۔ ایک کتا اپنے مالک کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ مگر وہ اپنے اس فعل سے واقف نہیں ہوتا۔ طیور

حقائق و معارف

نہیں سمجھ سکتے۔ مگر انسان سمجھتا ہے۔ کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے۔ اس کی غرض کیا ہے۔ تو پہلے انبیاء زندگی تو بے شک پیدا کرتے تھے۔ مگر حقیقت سے آگاہ نہیں کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر انسانیت کی زندگی بخشی۔ اور اس لئے مسیح محمدی مسیح موسوی سے اس لحاظ سے بھی افضل ہے کہ اس نے آکر

انسانیت کی زندگی

بخشی۔ طیر والی نہیں۔ لیکن اگر اس زندگی کے بعد بھی ہماری جماعت کے لوگ مردہ ہی رہیں۔ تو کس قدر افسوس کا مقام ہوگا۔ اس لئے ہر حقیقت پر غور کرو۔ اور اسے اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرو۔ اگر ایسا نہیں کرتے۔ تو مسیح کا آنا نہ آنا تمہارے لئے برابر ہے۔ پس اگر ہم سمجھتے ہیں۔ کہ

مسیح کی بعثت

سے اسلام کو فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ اس جام کو پئیں۔ جو مسیح کے ذریعہ نازل ہوا ہے۔

حضرت آدم کا قصہ

حضرت خلیفۃ المسیح سے ایک شخص نے سوال کیا۔ "حضرت آدمؑ کو کس درخت سے منع کیا گیا تھا۔ اس کی غرض کیا تھی۔ نتیجہ کیا نکلا۔ ہمیں اس سے کیا سبق دینا منظور ہے؟"

حضور نے جواب میں لکھایا۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو جس درخت سے منع کیا گیا تھا۔ قرآن کریم میں اس کی وضاحت نہیں۔ اور جس امر کی قرآن نے پردہ پوشی کی ہے۔ ہم کون ہیں جو اس کا اعلان کریں۔ اللہ تعالےٰ جس امر کو چھپانا چاہتا ہے۔ اسے ظاہر کرنے کے لئے جو کچھ کوئی کہیگا۔ جھوٹ ہوگا۔ قرآن کریم سے اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت آدمؑ کو کسی خاص امر کے متعلق جو جماعت کی ترقی سے تعلق رکھتا تھا۔ ہدایت کی گئی تھی۔ اس کے معنے کرنے میں ان سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس فعل میں قوم کی ترقی ہے۔ سورۃ اعراف میں ہے ما نہکما ربکما عن هذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین اجتہادی غلطی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ فساد اور جھگڑے پیدا ہوئے۔ اس سے ہمیں یہ سکھانا منظور ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ظاہری الفاظ کی موجودگی میں اگر بعض دفعہ اس کے خلاف میں قوم کی بہتری نظر آئے۔ تو اس کے خلاف کبھی نہیں کرنا چاہئیے کیونکہ بہتری اسی میں ہوگی۔ جو اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔

(خط مرسلہ دفتر پرائیویٹ سکرٹری)

افریقہ میں تبلیغ اسلام

ایام زیر رپورٹ میں تین کس اسلام میں داخل ہوئے جن میں سے ایک خواندہ ہیں۔ ایک اور صاحب مسٹر عبد الکریم بھی احمدیہ جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ جو مضمون نگاری کی وجہ سے اس ملک میں خاص طور پر مشہور ہیں۔ گورنمنٹ اور پبلک دونو کی نگاہ میں معزز ہیں۔ ان کے پولیٹیکل خیالات عموماً ہماری جماعت سے متفق ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے اس ملک میں ایک روزانہ اخبار جاری کیا تھا۔ روپیہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے ان کا اخبار عارضی طور پر بند ہے۔ اور مشکلات بھی انہیں درپیش ہیں۔ تمام دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ ان کے لئے دعا فرما دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات دور فرمائے۔ اور استقلال سے احمدیت کی تبلیغ کی توفیق دے۔

میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے احکام کے مطابق غیر احمدی مسلمانوں کی بہبودی مدنظر رکھتا ہوں پچھلے دنوں میں نے اکرا کے مسلمانوں میں ایک لیکچر دیا۔ جس میں انہیں تعلیمی اور پولیٹیکل پستی کی طرف توجہ دلائی۔ مسلمانوں کی حالت نہایت درجہ نازک ہے۔ ہزار میں ایک آدمی بھی خواندہ نہیں ملیگا۔ لیجسلیٹو کونسل میں ان کا ایک بھی نمائندہ نہیں۔ بورڈ آف ایجوکیشن کے تمام ممبر عیسائی ہیں۔

سالٹ پانڈ کے غیر احمدی ہمارے متعلق اپنے خیالات تبدیل کر رہے ہیں۔ ہمارے سکول کے ایک مسلم ٹیچر مسعود دن رات تبلیغ میں منہمک ہیں۔ ہر روز مسجد میں آکر تحقیق احمدیت کرتے ہیں۔ احباب ان کے لئے دعا فرمائیں۔ میں نے مولوی جلال الدین صاحب شمس سے ان کے عربی میں لکھے ہوئے رسالے منگوائے ہیں۔ یہاں ان رسائل کی خوب اشاعت ہوئی۔ میں نے یہاں کے سب سے مشہور اخبار میں ایک مضمون بھیجا ہے۔ جس میں عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب ہے۔ احباب یہ سن کر تعجب کرینگے۔ کہ باوجودیکہ تمام اخبارات عیسائی ہیں لیکن پھر بھی اسلامی مضامین شایع کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ افریقہ یورپ اور امریکہ کے برعکس ... براعظم ہے۔ میں نے اپنے مضمون متذکرہ بالا کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے "اے خدا تو جانتا ہے۔ کہ آیا تو تین اقانیم پر مشتمل ہے۔ یا صرف ایک ہی ہے بغیر کسی شریک یا مددگار کے۔ اے ہمارے رب تو جانتا ہے۔ کہ تیرے پیارے مسیح نے کبھی اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ تو ان لوگوں کے گناہ بخشدے۔ اور ان کے دلوں کو روحانی سچائیوں کے لئے کھول دے۔"

احباب سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہماری

حالات حاضرہ کے متعلق پیشگوئیاں

(۱)

ایک طرف حالات کے نشان کو پڑھیئے دوسری طرف ان کھنڈروں کو دیکھئے۔ جو اس تحریک کے بانی کی وجہ سے شہروں اور قصبوں میں بنائی گئیں۔ سب بتاؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول کی سچائی میں کہ ستر ہزار کپڑا بننے والے اس کے ساتھ ہونگے۔ کیا شبہ رہ گیا۔ علاوہ اس کے یہ شخص رات دن مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کے منصوبے سوچ رہا ہے۔ اور بہت سے مسلمان اس کے فتنہ میں مبتلاء ہوکر اپنے دین اور دنیا کو ضایع کر رہے ہیں۔ اس حالت کو دیکھکر ماننا پڑتا ہے کہ احادیث میں جس شخص کی نسبت ایک پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ اس کے ہاتھ سے کعبہ کی ویرانی وقوع میں آئے گی۔ بیشک وہی شخص ہے۔ کیونکہ اس میں وہ سب نشانات پائے جاتے ہیں۔

(الف) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانی بہ اسود افحج یقلعھا حجرا حجرا (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں۔ ایک کالا بھدا کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیڑ رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرب الکعبۃ ذوالسویقتین من الحبشۃ کہ ایک چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا شخص افریقہ سے نکل کر کعبہ کو ویران کرے گا۔ ایک اور روایت میں ہے یجردھا عن کسوتھا۔ کہ وہ کعبہ کا لباس اتار دے گا۔ یہاں کعبہ سے مراد مسلمان ہیں۔ جن کو ویران کرنے کے لئے ایک ایسا شخص جو کئی سال افریقہ میں رہا۔ اور بہ لحاظ قد کے افحج۔ ذوالسویقتین کا مصداق ہے۔ آج کل بڑی کوشش کر رہا ہے۔ بعض مسلمانوں نے اس کے کہنے پر اپنا لباس بھی اتار دیا۔ اور اس بت پرست کی تعظیم و تکریم میں حد سے بڑھ گئے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من وقّر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (مشکوٰۃ) سو ایسے مسلمان جنہوں نے اس کو مہدی معہود کا درجہ دیا۔ اور اس کا بھجن کرنے لگا ہے ہیں۔ صاحب بدعت ہیں۔ بلکہ صاحب کفر کے مقابلہ میں انہوں نے اہل اسلام کے گرانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ لن یستحل ھذا البیت الا اہلہ۔

(ب) کانی برجل من الحبشۃ اصلع او قال اصمع۔ اس روایت میں جو اصمع کا لفظ ہے۔ اس میں اس شخص کا حلیہ بتایا گیا ہے۔ کہ اس کے کان بڑے بڑے ہونگے۔ "اصمع بزرگ گوش را گویند" (دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۴۳) پس افحج ذوالسویقتین۔ اصمع یہ تین ظاہری حلیہ کے گواہ ہیں۔ افحج یعنی بھدا چلتے وقت پنجہ اپنی طرف رکھتا ہے جس سے اس کے دونوں رانوں کے درمیان بُعد اور دوری ہوجاتی ہے "افحج آنکہ میان ہر دو ران او تباعد باشد" اس میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ شخص دو قوموں ہندو مسلم کی مخالفت پر جب منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگا۔ تو وہ ہر قدم میں پنجہ اپنی طرف رکھے گا۔ یعنی ہر بات میں وہ اپنی اور اپنی قوم کی بہتری چاہے گا۔ چنانچہ اب تک جتنی چالیں یہ شخص چلا ہے۔ اس کا پنجہ اپنی طرف ہی رہا۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ حدیث رجل قصیر افحج (مشکوٰۃ) میں جس بھدّے کے فتنہ سے ڈرایا گیا کہ امت سے مسلمون الفاً اس کے پیرو بن جائینگے۔ وہ یہی افحج ہے۔

(ج) ذکر الحلیمی وغیرہ ان ظھور ذوالسویقتین فی زمن عیسیٰ (حاشیہ ابو داؤد) کہ اس بھدّے کا ظہور مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا۔ ایک اور حوالہ سنئے۔ "از کعب آمدہ کہ وقوع این خراب در زمن عیسیٰ علیہ السّلام باشد" (آثار القیامہ صفحہ ۴۴۵) ذوالسویقتین میں اس کے ظاہر ہونے کا زمانہ بتایا گیا۔

(د) اسود کے لفظ میں ایک تو یہ کہ کئی سال یہ افریقہ میں رہا۔ دوم گورے رنگ والوں کی حکومت میں اس کا خروج ہونا تھا۔ اس لئے روایات میں اسے اور اس کی قوم کو کالے کہا گیا۔ ان کالوں کی نسبت ایک روایت میں آیا ہے۔ ثم یسیلون سیل النمل حتّٰی ینتھوا الی الکعبۃ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ شہد کی مکھیوں کی طرح اکٹھے ہوکر مسلمانوں کی تخریب کے درپے ہو جائیں گے۔ حدیث لایستخرج کنز الکعبۃ الا ذوالسویقتین من الحبشۃ (ابو داؤد) میں انہیں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

(۲)

لکھا ہے۔ کہ ان کالوں کے فساد کے وقت "جہل و ظلم و تعدی رعایا با ہمدیگر از حد افزوں شود۔ پس دیہات ویران شوند و قصبہ ہائے کلاں ہچو دہات شوند و شہر ہائے کلاں چوں قصبات باشند۔ و آفت قحط و باو غارتگری پے در پے افتد۔ ... وجہل بجدے رسد کہ ہیچکس اللہ اللہ نگوید" (آثار القیامہ صفحہ ۴۴۴) صحیح مسلم اور ترمذی شریف میں یہ روایت ہے۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتّٰی لا یقال فی الارض اللہ اللہ۔ انس سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ نہ کہا جائے زمین میں اللہ اللہ۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۲ میں ہے "از علی کرم اللہ وجہہ مرویست بطریق ابو الطفیل از محمد بن الحنفیہ کہ گفت کنا عند علیؑ فسألہ رجل عن المھدی۔ ... فقال ذالک یخرج فی اٰخر الزمان اذا قال الرجل اللہ اللہ قتل ویجمع اللہ لہ قوما ... عددھم علی عدۃ اہل بدر ... وعلی عدد اصحاب طالوت الذین جاوزوا معہ النھر۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے مہدی کی نسبت سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ مہدی آخری زمانہ (ایک ایسی زمین) میں ظاہر ہوگا۔ کہ جس کے رہنے والے اللہ کا نام سنکر ایسے جوش میں آئینگے کہ نام لینے والے کو مار دینگے۔ جاننا چاہئے۔ کہ یہاں اللہ اللہ سے مراد اذان ہے۔ کیونکہ اذان میں کئی بار اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ پیشگوئی آج اس ملک میں جہاں اللہ تعالےٰ نے مہدی معہود کو مبعوث فرمایا جس طرح پوری ہو رہی ہے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یعنی منع ظفر والی کی اذان کا اسوقت ہر جگہ تذکرہ ہو رہا ہے۔ تاکہ ان کالوں کے فساد کو دیکھکر جس کی فی الارض میں خبر دی گئی۔ مسلمان خدا کے اس مسیح اور مہدی کو قبول کریں۔ جس کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے نشانات بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں یہ جو آیا ہے۔ کہ وعلی عدد اصحاب طالوت۔ اس میں ان کالے پرستوں کے فتنہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس کا علاج بھی بتایا گیا ہے یعنی قرآن شریف میں جو اللہ تعالےٰ نے طالوت کا قصہ بیان فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ السّلام کے بعد جب قوم عمالقہ نے جو گائے کو پوجنے والی قوم تھی۔ بنی اسرائیل پر غلبہ پایا۔ اور ان کی آل اولاد کو اپنا غلام بنا لیا۔ اور جزیہ وغیرہ مقرر کرکے ان کو ایسا تنگ کیا۔ کہ اس قوم کے مظالم برداشت کرنے کی بنی اسرائیل میں طاقت نہ رہی۔ چاہا کہ کسی ایک آدمی کے ماتحت ہوکر اس کا مقابلہ کریں۔ تب خدا تعالےٰ نے طالوت کو منتخب فرمایا۔ یہ قصہ سورہ بقرہ کے ۳۲ رکوع میں بیان ہوا ہے۔ آج بقرہ کے پرستاروں نے مسلمانوں کو بھی بنی اسرائیل کی طرح تکالیف اور مصائب کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ سود اور بیاج نے مسلمانوں کے بڑے بڑے خاندانوں کو خاک مذلت پر بٹھا دیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اب طرح طرح کے حیلوں اور فریبوں سے ان کی اولادوں کو مرتد بنایا جا رہا ہے۔ خدا نے

اس فتنہ کو دور کرنیکے لئے مہدی معہود کے جس خلیفہ کو سنہ ۱۳۳۲ھ میں چنا۔ تا کہ سورہ بقرہ کے ۳۲ ویں رکوع میں طالوت کا قصہ پڑھنے والے مسلمان قرآنی رموز اور اشارات سے جو ان قصص میں پائے جاتے ہیں۔ فائدہ اٹھا کر اس خلیفہ کو قبول کریں۔ افسوس کہ مسلمانوں نے اس کی طرف رجوع نہ کیا۔ بعض نے نحن احق بالملک منہ۔ کہہ کر الٰہی انتخاب کو پس پشت ڈال دیا۔ اور بعض مسلمانوں کے خون پینے والے نہر و کی نہر سے پینے لگ گئے۔ مگر اس خلیفہ کا انکار کرنے والے یاد رکھیں۔ کہ بموجب حکم کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللّٰہ کے آخر یہی چھوٹی سی جماعت خدا کے فضل سے کامیاب ہوگی۔ اگرچہ اس وقت یخرب الکعبۃ اور اذا قال الرجل اللّٰہ اللّٰہ قتل کی پیشگوئی کے مطابق کالے پہاڑ کے سیاہ فتنہ نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے اور اذان میں اللہ کا نام لینے پر ان کو قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ لیکن ہم میں وہ اولوالعزم موجود ہے۔ جس کے حق میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے "جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے۔ وہ بڑا عقلمند ہے۔ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے۔ ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا"۔ اس لئے دنیا دیکھے گی کہ کس طرح گرد و غبار اس مہیب اندھیرا" خدا تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق ان اندھیروں کو دور فرماتا ہے۔ حجج الکرامہ میں جہاں ان کالوں کے فتنہ و فساد کی پیشگوئیاں درج ہیں۔ وہاں لکھا ہے " رحمت دوم آنست کہ ہرگاہ ویران شود خانہ خدا بعضر ستند خدا مردیرا ...... وے ہلاک کند آں را کہ ویران کردہ است آنرا"۔ دیکھو ص ۴۲۵۔ اس جگہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو رحمت دوم کہا گیا۔ پھر اس سے آگے ص ۴۲۶ میں لکھا ہے۔ کہ در رائت مسلمانان بر جسر برائے مقابلہ ایشاں بیروں آید و نصرت دہد حق تعالےٰ مسلمانانرا بر ایشاں"۔ یہ فتح اور نصرت پانے والے کون ہونگے سنو "قرطبی در تذکرہ گفتہ کہ ایشاں مہدی و اتباع او باشند" لکھا ہے۔ کہ جس جسر یعنی پل پر مسلمانان اپنا جھنڈا لیکر مقابلہ کے لئے کھڑے ہونگے۔ اور ان کو فتح نصیب ہوگی وہ جسر ے ست کہ ذوالقرنین برائے ہمیں امر بنا کردہ ست"۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں دو صدیوں کو پانے والا مسیح موعود دریائے فتن گذرنے کے لئے جو پل بنائے گا یعنی تعلیم پیش کرے گا جب تک مسلمان اس تعلیم کو قبول نہ کرینگے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

پس یہ سینکڑوں برس کی پیشگوئیاں جو آج ہمارے زمانہ اور ہمارے ملک میں پوری ہو رہی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قادیان میں ظاہر ہونے والا مسیح اور مہدی اپنے دعوٰی میں سچا اور اس کا موجودہ جانشین خلیفہ برحق ہے اور گائے پرستوں نے جو اس وقت اسلام اور اہل اسلام کے برخلاف شور و فساد برپا کر رکھا ہے۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم اس فتنہ سے اپنی امت کو آگاہ فرما چکے ہیں۔ نہ صرف فتنہ بلکہ اس کا علاج بھی بتا دیا مگر افسوس کہ ہمارے مسلمان بھائی ان پیشگوئیوں میں۔ کعبہ حبشہ یمن وغیرہ الفاظ کو پڑھکر ابھی تک یہی سمجھ رہے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک آنے والے عیسٰے اور کروڑوں مسلمانوں کے ہوتے پر بھی ایک چھوٹے قد کا آدمی حبشہ کی طرف سے آکر کعبہ کی دیواروں کو گرا دیگا۔ اور کسی مسلمان میں اتنی ہمت نہ ہوگی۔ کہ اس کو روک سکے۔ ایسا ہی یہ سمجھنا کہ مہدی اس وقت ظاہر ہوگا کہ جب کسی کے منہ سے اللہ کا نام نکلا تو سننے والا اس کو قتل کر دیگا۔ سراسر غلطی ہے۔ ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو آئے دن زمانہ خود سمجھا رہا ہے۔ جہاں خدا نے مہدی معہود کو بھیجا وہاں یہ سب باتیں پوری ہو رہی ہیں۔ الفاظ کے اندر چھپی ہوئی پیشگوئیاں جن کی کسی کو خبر نہ تھی۔ آج ظاہر ہو رہی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ پھڈا حبشی اور اس کا لشکر جن کی نسبت لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہو کر فتنہ برپا کرینگے۔ یہ پیشگوئی اس وقت ہندوؤں کے ہاتھ سے پوری ہو رہی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ رحمت دوم یعنی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ا ا کی طرف رجوع کریں۔ اس فتنہ کا یہی علاج بتایا گیا ہے۔ وما علینا الا البلاغ ؛

(کرم داد۔ دوالمیال)

دعوۃ و تبلیغ کا ضروری اعلان

اشتہار ندائے ایمان نمبر ۲

اشتہار ندائے ایمان نمبر ۲ عنقریب ۲۰ مارچ کے بعد چھپنے والا ہے۔ اس لئے جن اصحاب نے تاحال اس کی خریداری کیلئے درخواستیں نہیں بھیجیں۔ وہ جلد سے جلد بھیجدیں۔ تا کہ تمام درخواستوں کی مجموعی تعداد کو پورا کرنیکے لئے ایک بار ہی اشتہار چھپوا لیا جائے۔ اور بار بار نہ چھپوانا پڑے۔ قیمت کے متعلق سردست کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے پہلے نمبر سے کچھ کم و بیش ہو۔ یا اسی قدر۔

سالانہ تبلیغی رپورٹیں

۱۸ مارچ تک باوجود متعدد اعلانوں کے سالانہ تبلیغی رپورٹیں بہت کم جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔ جن جماعتوں نے تاحال رپورٹیں نہیں بھیجیں۔ وہ جلد ارسال فرمائیں۔ چونکہ اصل ناظر صاحب جن کی زیر ہدایت رپورٹ سالانہ متعلق صیغہ دعوۃ و تبلیغ تیار ہوگی۔ یہاں نہیں ہیں۔ اس لئے اب

احمدیہ صنعتی نمائش

بعض تاجر پیشہ اور صاحب صنعت و حرفت احباب کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرید و فروخت کا بھی موقعہ ہو۔ لیکن چونکہ جلسہ سالانہ روحانی اغراض کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت امام علیہ السلام پسند نہیں فرماتے۔ کہ ان بابرکت ایام میں احباب کی توجہ کسی دنیوی امر کی طرف کھینچی جائے۔ لیکن جہاں حضرت امام علیہ السلام کو جماعت کے روحانی تزکیہ کا خاص خیال ہے۔ اور ہر روحانی ترقی کے موقعہ کو سفلی تحریکوں سے پاک رکھنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ وہاں حضور اس کے لئے بھی کوشاں رہتے ہیں۔ کہ جماعت اپنی دنیوی فلاح اور بہبود کیلئے بھی پیش پیش رہے۔ اسی غرض کی تکمیل کے لئے حضور نے جماعتی طور پر اور انفرادی طور پر جن جن ذرائع کا نفوذ فرمایا۔ وہ احباب سلسلہ کو معلوم ہیں۔ مجھے اسی امر کی تائید میں یہ عرض کرنا مقصود ہے۔ کہ جیسا کہ احباب نے سکرٹری مجلس مشاورت کی طرف سے یہ اعلان پڑھا ہے کہ امسال حضرت امام علیہ السلام کے منشاء کے ماتحت مجلس مشاورت کے موقع پر ایک صنعتی نمائش قائم کی جائیگی۔ میں اس کے متعلق جماعت کے تمام صناعوں اور تاجروں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی اپنی اشیاء لاکر اس موقع پر پیش کریں۔

صناعوں اور تاجروں کے لئے یہ امر محتاج بیان نہیں۔ کہ انہیں اپنی اشیا کو دنیا میں انٹروڈیوس کرنے کے لئے کس قدر صرف زر کرنا پڑتا ہے۔ اور کیا کیا ذرایع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ کہیں ایجنٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہیں ڈائرکٹریوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ اور کہیں اشتہارات پر پانی کی طرح روپیہ بہانا پڑتا ہے۔ لیکن مجلس مشاورت ایک ایسا موقع ہوگا۔ کہ جہاں ہندوستان کے تمام طول و عرض سے جماعت کے نمائندگان آئے ہوئے ہونگے۔ اس لئے اس موقع پر نہایت قلیل خرچ سے ایک ہی مقام پر بیٹھکر ملک کے تمام حصوں میں اپنی اشیا کو مشتہر کیا جا سکیگا۔ اس دنیوی سودے کے علاوہ روحانی منافع زائد ہونگے۔ حضرت امام علیہ السلام کی صحبت سے فیوض۔ مجلس مشاورت میں شمولیت۔ احباب سلسلہ سے ملاقات وغیرہ وغیرہ۔

میں امید کرتا ہوں۔ دوست اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے۔

خاکسار

(سکرٹری احمدیہ صنعتی نمائش قادیان)

نبوّت اور موہبت

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ کوئی اُمتی نبی نہیں ہو سکتا ایک یہ دلیل دی ہے۔ کہ چونکہ نبوت موہبت ہوتی ہے۔ اس واسطے ایک امتی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو کچھ وہ حاصل کریگا۔ وہ کسب ہوگا نہ کہ موہبت۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحات ۱ تا ۱۳۰ پر یوں رقم فرمایا ہے۔ "پس اس لحاظ سے کل انسان تین گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنی امتوں کا تزکیہ نفس کرتے۔ اور اُن کو کمال انسانی تک پہنچاتے ہیں۔ یہ انبیاء کا گروہ ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو اکتساب کرتا ہے۔ کوشش کرتا ہے۔ انبیاء کی ہدایت پر چلتا ہے۔ یہ مفلح یا کامل لوگ ہیں" اور پھر صفحہ ۱۱ پر تھوڑا سا آگے چلکر لکھتے ہیں۔ "اب یہ ظاہر ہے۔ کہ گروہ اول یعنی انبیاء کا گروہ جو اپنی امتوں کی تکمیل کے لئے آتا ہے۔ وہ خود کاملین کا گروہ ہے۔ مگر ان کو کمال تک پہنچانے والا خود اللہ تعالےٰ ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسرے کی پیروی سے کمال تک نہیں پہنچتے۔ بلکہ صرف موہبت الٰہی سے کمال کو پاتے ہیں"

اِن حوالہ جات سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کے خیال میں جو کچھ براہِ راست کسی کی پیروی یا اتباع کے بغیر ملے۔ اس کو موہبت کہتے ہیں۔ اور جو کچھ کسی کی پیروی یا اتباع سے ملے۔ وہ کسب ہوتا ہے۔

آیات قرآنی سے استدلال

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا جو تعریف مولوی صاحب نے موہبت اور کسب کی فرمائی ہے۔ وہ درست ہے۔ اور کیا وہ حوالہ جات جو مولوی صاحب نے اس تعریف کی تائید میں درج فرمائے ہیں۔ وہ واقعی اس تعریف کی تصدیق کرتے ہیں۔ پہلا حوالہ جو مولوی صاحب نے پیش کیا ہے وہ قرآن شریف کی آیت اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ہے۔ اس کے معنی خود مولوی صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں واضح فرمائے ہیں۔ "انہیں کا جواب یہ فرمایا۔ کہ تم اس قابل نہیں ہو۔ کہ تمہیں رسالت دیجائے۔ اللہ تعالےٰ جہاں رسالت کا منصب عطا فرماتا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ وہ اس قابل بھی ہے کہ رسالت کا کام اس کے سپرد کیا جائے" ان معنوں سے مولوی صاحب نے نہ معلوم یہ کس طرح نتیجہ نکال لیا۔ کہ موہبت وہ ہوتی ہے۔ جو بلا اتباع ملے۔ اور کسب وہ ہے جو اتباع سے ملے۔ ہاں ان معنوں سے یہ نتیجہ بے شک نکلتا ہے۔ کہ مختلف انسانوں کی مختلف فطرتیں اور مختلف استعدادیں ہوتی ہیں۔ اور ان فطرتوں اور استعدادوں کے مطابق ہی وہ ترقی کر سکتے ہیں۔ ان کی حدود سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہی مطلب اس آیت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ حصہ اول کے صفحہ ۱۶۹ پر تحریر فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ حکیم مطلق نے افراد بشریہ کو بوجہ مصالحہ مختلفہ مختلف طوروں پر پیدا کیا ہے اور تمام بنی آدم کا سلسلۂ فطرت ایک ایسے خط سے مشابہ رکھا ہے۔ جس کی ایک طرف نہایت ارتفاع پر واقعہ ہو۔ اور دوسری طرف نہایت انخفاض پر۔ طرف ارتفاع میں وہ نفوس صافیہ ہیں۔ جن کی استعدادیں حسب مراتب متفاوتہ کامل درجہ پر ہیں"

اور آگے چلکر فرماتے ہیں۔

"اس کے ماننے سے چارہ نہیں۔ کہ بنی آدم کا خلقی اور عقلی استعدادوں میں فطرتی تفاوت واقع ہے۔ اور ہر ایک نفس کسی قدر صلاحیت کی طرف تو قدم رکھتا ہے۔ مگر اپنی قابلیت کے دائرہ سے زیادہ نہیں"

پھر صفحہ ۲۷ اپر آیت فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات کا حوالہ دیکر تحریر فرماتے ہیں۔ "ہم نے ان کو چُن لیا یعنی وہ باعتبار اپنی فطرتی قوتوں کے دوسروں میں سے چیدہ اور برگزیدہ تھے۔ اس لئے قابل نبوت و رسالت ٹھہرے"

الغرض اس آیت سے صرف اس قدر نتیجہ نکلتا ہے کہ نبیوں کی فطرت دوسروں سے اعلےٰ ہوتی ہے۔ اس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

پھر مولوی صاحب نے اپنے دعویٰ کی تائید میں حسب ذیل آیات نقل فرمائی ہیں۔ لولا نزل ھذا القرآن علےٰ رجل من القریتین عظیم (الیٰ) خیر مما یجمعون۔ اس کا ترجمہ مولوی صاحب نے حسب ذیل فرمایا ہے "کہ دو قریوں (یعنی طائف اور مکہ) کے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نازل نہ کیا گیا۔ تو جواب میں فرمایا۔ کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں۔ (یعنی یہ ایک رحمت ہے۔ جو ہم نے تم کو دی۔ بندوں کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ سوال کریں۔ کہ فلاں کو کیوں دیگئی۔ فلاں کو کیوں نہیں دی گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ"

اس سے مولوی صاحب نے نتیجہ نکالا ہے "کہ نبوت موہبت ہے۔ اکتساب سے نہیں ملتی" یہ نتیجہ بجائے خود تو درست ہے لیکن آیات محولہ بالا سے یہ نتیجہ کسی طرح نہیں نکلتا۔ ان آیات سے تو وہی نتیجہ نکلتا ہے۔ جو اوپر بیان کیا گیا۔ کہ بنی آدم کی فطرتیں اور استعدادیں مختلف ہوتی ہیں۔ اور سب سے اعلےٰ درجہ کی فطرت والے نبی بنتے ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان آیات کا براہین احمدیہ حصہ اول کے صفحہ ۱۸۸ پر حوالہ دیکر حسب ذیل نتیجہ اخذ فرمایا ہے۔ "یہ خداوند حکیم مطلق کا فعل ہے۔ کہ بعضوں کی استعدادیں اور ہمتیں پست رکھیں۔ اور وہ زخارف دنیا میں پھنسے رہے اور رئیس اور امیر اور دولتمند کہلانے پر پھولتے رہے۔ اور اصل مقصود کو بھول گئے۔ اور بعض کو فضائل روحانیت اور کمالات قدسیہ عنایت فرمائے۔ اور وہ اس محبوب حقیقی کی محبت میں محو ہو کر مقرب بن گئے"

احادیث سے استدلال

پھر مولوی صاحب نے حسب ذیل احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ کنت اول النبیین فی الخلق و کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے "پیدائش میں تمیں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں۔ پس نبوت کا اکتساب یا کسی کی پیروی سے حاصل ہونا ان تمام آیات قرآنی اور احادیث کے صاف مفہوم کے خلاف ہے"

نہ معلوم مولوی صاحب نے اس حدیث سے یہ تعریف کیسے نکال لی۔ کہ اکتساب اس کو کہتے ہیں۔ کہ جو کسی کی پیروی سے ملے۔ اور کہ نبوت بلا اتباع ملتی ہے۔ کیا مولوی صاحب ان احادیث کے یہ معنی سمجھتے ہیں۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر بذاتہ پورے اور کامل نبی کی صورت میں موجود تھے۔ میرا تو خیال نہیں کہ مولوی صاحب آریوں کی طرح یہ مانتے ہوں۔ کہ روحیں بھی اناً لی اور ابدی ہیں یا بعض دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کا یہ یقین ہو کہ خداوند کریم نے ایک دفعہ تمام ارواح پیدا کر کے رکھ لی ہیں۔ اور پھر باری باری ان کو بھیجتا رہتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "اسلامی اصول کی فلاسفی"، "چشمہ معرفت" و دیگر کتب میں متعدد جگہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ روحیں بچہ کا جسم طیار ہونے کے بعد نیست سے ہست ہوتی ہیں۔ وہ بذاتہ پہلے

موجود نہیں ہوتیں۔ اگر یہ درست ہے۔ کہ روحیں بچہ کا جسم پورا ہو چکنے کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ تو مذکورہ بالا احادیث کا صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خداوند کریم کے علم اور ارادہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدایش سے پیشتر موجود تھے۔ اس میں موہبت اور اکتساب کا تو کہیں ذکر نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالجات سے استدلال

اس کے بعد مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالجات دیئے ہیں۔ میں بخوف طوالت ان کو مفصل درج نہیں کرتا۔ صرف مختصراً ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔ ایک حوالہ تو یہ دیا ہے۔ کہ ہر ایک نبی الگ الگ ہدایت لاتا ہے۔ اس سے موہبت اور اکتساب کا کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا حوالہ یہ ہے۔ کہ انبیاء پیدائشی پاک ہوتے ہیں۔ اور ان کی فطرت میں معصومیت ہوتی ہے۔ اس سے بھی موہبت اور اکتساب کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ صرف معصوم ہونا نبی بننے کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ نبوت عشق الٰہی میں کلی طور پر فنا ہونے سے ملتی ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ حوالہ جات درج فرمائے ہیں۔ کہ معرفت الٰہی نبیوں کی معرفت ملتی ہے۔ اور کہ اسرائیلی نبی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیروی سے نبی نہیں بنے۔ اور کہ انتہائی کوشش انسان کی تزکیہ نفس ہے۔ اور اسی پر تمام سلوک ختم ہو جاتا ہے۔ ان حوالہ جات سے بھی موہبت اور اکتساب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور تزکیہ نفس کے مدارج کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ گناہوں سے پاک ہونا بھی تزکیہ نفس ہے۔ اور خداوند کریم کی محبت کے مقابلہ میں غیر کی محبت کو بالکل قلب سے نکال دینے کا نام بھی تزکیہ نفس ہے۔ دیگر حوالہ جات جو سابقہ بزرگوں کے ہیں۔ وہ اسی قسم کے ہیں۔ ان کو بوجہ طوالت میں چھوڑتا ہوں۔ اور ہمارے لئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی موجودگی میں حجت بھی نہیں ہیں۔

کیا نبی پیدایش کے وقت ہی نبی ہوتا ہے

غرض ان حوالہ جات سے یہ تو کسی طرح سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کہ موہبت اسے کہتے ہیں۔ جو کسی کی اتباع کے بغیر ملے۔ اور کسب اس کو کہتے ہیں۔ جو کسی کی اتباع سے ملے۔ اب میں دوسرا مفہوم موہبت کا لیتا ہوں۔ جو مولوی صاحب کے دل میں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے صاف الفاظ میں درج نہیں فرمایا۔ وہ مفہوم یہ ہے۔ کہ نبی پیدایش کے وقت سے ہی نبی ہوتا ہے۔ اس واسطے اس کو مزید کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اسے کسی کی متابعت کی ضرورت ہے۔ اور جو پیدایش کے وقت نبی نہیں وہ خواہ کتنی کوشش کرے نبی نہیں بن سکتا۔ اس واسطے کوئی اُمتی نبی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ امتی کا مفہوم ہی یہ ہے۔ کہ وہ اتباع کر کے محنت اور سعی سے روحانی ترقی حاصل کرے۔ پیدایش کے وقت اگر وہ نبی نہیں تو کوشش سے نبی نہیں بن سکتا۔ اور اگر پیدایش کے وقت نبی تھا۔ تو اس کو مزید کوشش کی ضرورت نہیں۔ وہ امتی کیوں ہوگا۔

اب یہ بات کہ نبی پیدایش سے ہی پورا اور کامل نبی ہوتا ہی عقلاً و شرعاً غلط ہے۔ عقلاً تو یوں غلط ہے۔ کہ اگر نبی پیدایش سے ہی نبی ہوتا ہے۔ اور اس کی کوشش اور سعی کو اس کی روحانی ترقی میں کوئی دخل نہیں۔ تو وہ معذور اور مجبور ہے۔ وہ مشین کی طرح کام کر رہا ہے۔ اور وہ دیگر انسانوں سے افضل نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کی خوبی اس کی رسالت کی تبلیغ ہے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اگر وہ تبلیغ نہ کرے۔ تو نافرمان ٹھہرتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ پیدایش سے معصوم ہوتا ہے۔ وہ گناہ کر نہیں سکتا۔ لہٰذا تبلیغ بھی مشین کی طرح کرتا ہے۔ اور وہ دیگر انسانوں سے افضل کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مسلمہ اصول ہے۔ کہ نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے۔ شرعاً یہ اس طرح غلط ہے۔ کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا۔ جو پیدایش کے وقت نبی ہو۔ چنانچہ میں چند حوالہ جات قرآن شریف سے پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آتا ہے۔ اذا بتلی ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماماً۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو آزمائش میں پورا اُتارا۔ تو ان کو نبوت ملی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق آتا ہے۔ ولما بلغ اشدہ اٰتینٰہ حکماً و علماً۔ اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے متعلق آتا ہے۔ ولما بلغ اشدہ واستوٰی اٰتینٰہ حکماً و علماً۔ اور خود افضل الرسل صلعم کے متعلق آتا ہے۔ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان اور پھر آتا ہے ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت کے بعد اپنی پیشتر کی عمر کو اپنے دعویٰ کی صداقت میں پیش کرتے ہیں۔ کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ۔ غرض نبوت پیدایش کے ساتھ ہی نہیں ملتی۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ۳۰ سال کی عمر میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی۔ یہ بات یوں بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ نبوت کوئی ملکہ نہیں جو انسان کے نفس کا جزو ہو۔ جس طرح برہمو سماجی یا نیچری مانتے ہیں۔ بلکہ نبوت تو ایک عہدہ اور منصب ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب کو ان کی اپنی مذکورہ بالا تحریرات سے مسلم معلوم ہوتا ہے۔ نبوت کیا ہوتی ہے۔ نبوت روح القدس کی دائمی معیت اور خداوند کریم سے مکالمہ مخاطبہ کو جس کی کیفیت اور کمیت میں کوئی دوسرا مقابلہ نہ کر سکے۔ کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں بیرونی چیزیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روح القدس کی معیت کو آئینہ کمالات اسلام میں مفصل درج فرمایا ہے۔ اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۲ پر اس تعلق کو لوہے اور آگ سے تشبیہ دی ہے۔ کہ جس طرح لوہا آگ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی علیحدہ رہتا ہے۔ اسی طرح انبیاء روح القدس کے ذریعہ سے خدائی صفات کے مظہر بن جاتے ہیں۔ لیکن خداوند کریم سے پھر بھی علیحدہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح متعدد جگہ نبوت کی تعریف خداوند کریم سے مکالمہ مخاطبہ اور غیب کی خبریں پانا کی ہے۔ غرض نبوت ایک منصب اور عہدہ ہوتا ہے جو خاص عمر میں روحانی قویٰ کے ارتقا کے بعد ملتا ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ نبیوں کو پیدایش سے ایسی فطرت ملتی ہے جس میں نبی بننے کی قابلیت ہوتی ہے۔ اور یہ فطرت چونکہ ان کی کسی محنت کا معاوضہ نہیں ہوتی۔ اس واسطے اسکو موہبت کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ خداوند کریم کی صفت فاطر کے ماتحت دی جاتی ہے۔ یہ فطرت کامل نہیں ہوتی۔ جب تک اس کا پورا پورا ارتقا نہیں ہو جاتا۔ اور یہ ارتقا نبی بننے والے کی اپنی کوشش سے ہوتا ہے۔ یہ فطرت صرف بیج ہوتا ہے۔ جس کو نبی اپنی کوشش سے درخت بناتا ہے۔

موہبت اور کسب کی تعریف

مذکورہ بالا مطلب کو واضح کرنے کے لئے میں موہبت اور کسب کی تعریف کرتا ہوں۔ انسان کے اعمال اور افعال کے دو قسم کے نتائج ہوتے ہیں۔ ایک نتیجہ تو انسان کے عمل کا اس کے اپنے نفس یا قلب میں تغیر ہوتا ہے دوسرا نتیجہ اس کا خداوند کریم کا وہ فعل ہوتا ہے جو اس عمل کے نتیجہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح انسان کے ایک کمرے کا دروازہ بند کرنے سے کواڑوں کا بند ہونا ایک نتیجہ اور خداوند کریم کا ہوا یا دھوپ کو بند کرنا دوسرا نتیجہ یا انسان کا ہر وقت اپنے پٹھوں کو استعمال کرنے سے ایک نتیجہ ان کا ڈھیلا ہو جانا۔ اور دوسرا نتیجہ خداوند کریم کی طرف سے ان کی طاقت کم کر دینا یا چھین لینا ہوتا ہے۔ انسان کا ہر ایک عمل اس کے قلب یا نفس میں تغیر پیدا کرتا ہے۔ اور اگر وہ تغیر برا ہے۔ تو اس پر خداوند کریم کی جانب سے عذاب آتا ہے۔ اور اگر اچھا ہے۔ تو وہ خداوند کریم کی رحمت کا جاذب ہوتا ہے۔

اور پہلے نتیجہ کو کسب اور دوسرے کو موہبت کہتے ہیں گے قرآن شریف میں کسب کا لفظ محض عمل کرنے کے معنے میں بھی آتا ہے لیکن اس کے معنی اعمال کا نتیجہ بھی ہوتا ہے۔ جو انسان کے اپنے نفس میں اچھے یا بُرے تغیر کی صورت میں ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے لا یکلف الله نفسًا الا وسعها لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت۔ دوسری جگہ یوں فرمایا ہے لا نکلف نفسًا الا وسعها ولدینا کتٰب ینطق بالحق وهم لا یظلمون۔ اور متعدد جگہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ انسان کے نفس کا اعمال کے ذریعہ سے ڈھانچہ طیار ہوتا رہتا ہے۔ اور اس ڈھانچہ کی آخری حالت کے مطابق قیامت کو فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ یہ آیات اس امر کی شاہد ہیں وکل انسان الزمناه طائره فی عنقه ونخرج له یوم القیامة کتابا یلقاه منشورًا ۰ والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینه فاولٰئك هم المفلحون۔ ومن خفت موازینه فاولٰئك الذین خسروا انفسهم بما کانوا بآیاتنا یظلمون۔ یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرًا وما عملت من سوء ومن یکسب اثمًا فانما یکسبه علی نفسه۔ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔

مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک کسب کی تعریف

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر بیان القرآن کے نوٹ ۳۹۶ میں کسب کی یہی تعریف کی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں "وفیت کل نفس ما کسبت جو کچھ کسی جی نے کام کیا ہے یا کمائی کی ہے وہی اس کو پورا دیا جاویگا۔ یہاں کام کی جزا کے دینے کا ذکر نہیں کیا بلکہ خود اس کمائی کا ذکر کیا۔ جو ہر جان کر رہی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے ہر ایک عمل کسی کمائی کا موجب ہے۔ یعنی اس کا کوئی نتیجہ ساتھ کا ساتھ پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ وہ کمائی ہے۔ جو ہر جان کر رہی ہے اور یہی نتائج پورے کے پورے قیامت کے دن ملجائینگے روح المعانی میں ہے۔ کہ کمائی کا پورا دیا جانا اس لحاظ سے کہا ہے۔ کہ کسب یعنی کام اور اسکی جزا میں کمال اتصال ہے"

مولوی صاحب کی اس تحریر سے کسب اور موہبت دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔ اور قرآن شریف کے حوالوں سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کہ موہبت کسب کے بعد شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ اولاد اور زوج کو بھی موہبت کہا گیا۔ جیسا کہ ان آیات سے پایا جاتا ہے۔ هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین۔ وهب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق۔ رب هب لی من لدنك ذریة طیبة۔ اور رحمت مانگنے کے لئے بھی موہبت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ آیت ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة۔ اور نبوت کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا۔ فوهب لی حکما وجعلنی من المرسلین جس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت فرعون کے پاس سے قبطی کے مارنے کے بعد بھاگ جانے کے بعد ملی۔ میں مولوی صاحب کا حوالہ بھی درج کرتا ہوں۔ جس میں مولوی صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔ کہ انسان کے کسی فعل کے بعد جو نتیجہ خداوند کریم کی جانب سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس فعل کا لازمی نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ محض فضل الٰہی ہوتا ہے۔ اسواسطے اس کو موہبت کہا جاتا ہے چنانچہ مولوی صاحب اپنی تفسیر بیان القرآن کے نوٹ ۳۰۸۱ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں "مگر سچ یہی ہے۔ کہ اعمال صالحہ جو انسان کرتا ہے۔ تو وہ اپنا فرض ادا کرتا ہے ان پر نتائج کا عطا کرنا یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک موہبت کیا ہے

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہوگا۔ کہ نہ صرف نبوۃ موہبت ہے۔ بلکہ صدیقیت، شہادت اور صالحیت بھی موہبت ہیں۔ حضور علیہ السلام براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۳۷ پر روحانی مدارج کی تشریح فرماتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ اب یاد رہے۔ کہ منتہا سلوک کا پنجم درجہ ہے اور جب پنجم درجہ کی حالت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو اس کے بعد چھٹا درجہ ہے۔ جو محض ایک موہبت کے طور پر ہے۔ اور جو بغیر کسب اور کوشش کے مومن کو عطاء ہوتا ہے۔ اور کسب کا اس میں ذرہ دخل نہیں ہے" اسے آگے جا کر روح القدس کی معیت بیان فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں بھی آیت من یطع الله والرسول فاولٰئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین میں نبی صدیق شہید اور صالح سب کو منعم علیہ گروہ قرار دیا ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ انعام کسی فعل کا لازمی نتیجہ نہیں ہوتا۔ طالب علم اپنی محنت سے پاس تو ہو جاتے ہیں۔ لیکن انعام پانا انکے پاس ہونیکا لازمی نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ انعام پانے کا محرک ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اوپر کے طالبعلموں کو چھوڑ کر بعض خاص قوم یا خاص مذہب یا خاص مضمون لینے والوں کو انعام دیا جاتا ہے۔ کیونکہ انعام دینے والا جس طرح چاہے۔ انعام دیدے۔ صدیقیت یا شہادت یا صالحیت بھی انسان کے نفس یا قلب کی جزو نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ بیرونی چیزیں ہیں جو خاص استعداد والوں کو دی جاتی ہیں۔ صدیقیت روح القدس کی معیت کو جو نبیوں سے کم ہوتی ہے۔ کہتے ہیں۔ اور شہادت کشف رؤیا الہام اپنی استعداد کے مطابق پانیکا نام ہے۔ گویا وہ خداوند کریم کی ہستی کے گواہ ہو جاتے ہیں۔ اور صالحیت دونوں اقسام کو صدیق اور شہید سے کیفیت اور کمیت میں کم درجہ پر پانے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایسی فراست ملی۔ کہ وہ باریک سے باریک روحانی امور معلوم کر لیتے تھے۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنتے ہی ایمان لے آئے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل کی وہ تفسیر انہوں نے فرمائی۔ جو دوسروں کو نہ سوجھی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے متعلق آتا ہے۔ کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ ہوتے۔ اور بعض دفعہ وحی کا آپ کے کشف کے ساتھ توارد ہو گیا۔ اور ایک دفعہ کئی سو میل کے فاصلہ پر ساریہ کو دیکھکر انکو ہدایات دیں۔ غرض صدیقیت شہادت۔ اور صالحیت بھی موہبت ہوتی ہے۔

امتی نبی کی فطرت

اب میں ایک بات درج کر کے ختم کرتا ہوں۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر نبیوں کو ایسی فطرت دیجاتی ہے۔ جسمیں نبی بننے کی استعداد ہوتی ہے۔ تو امتی نبی کو کس قسم کی فطرت دیگئی۔ اور وہ فطرت بلا اتباع کیوں نبی نہ بن گئی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خداوند کریم جب چاہتا ہے۔ قانون بناتا ہے۔ کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا۔ کہ وہ سورج کے ذریعہ سے کیوں دھوپ اور روشنی دیتا ہے۔ اور بادلوں کے ذریعہ سے کیوں بارش برساتا ہے۔ ابتدا میں اس نے انسان کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا۔ اور جب مرد اور عورت پیدا ہو گئے۔ تو ماں باپ کے ذریعہ انسان پیدا کرنے شروع کر دیئے اسی طرح جب نبیوں میں اسقدر قوت قدسی نہیں تھی۔ کہ ان کی روحانی ذریت نبی بن سکے تو براہ راست نبی بنتے رہے۔ اور جب ایک نبی ایسا پیدا ہوا جس کی قوت قدسیہ ایسی تھی کہ اس کی ذریت بھی نبی بن سکتی تھی۔ تو اسکی ذریت روحانی میں سے نبی بنا دیا۔ اور اسے نبی بننے کی مشروط فطرت دی۔ جس کے ساتھ اپنے نبی متبوع کا عشق بھی رکھ دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۶۵ پر اپنی فطرت کا آپ ہی نقشہ حسب ذیل الفاظ میں بیان فرماتے ہیں "وہ فطرتًا بغیر ذریعہ کسب اور سعی اور مجاہدہ کے وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس کے رسول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا انکو روحانی تعلق ہو جاتا ہے جس سے بڑھکر ممکن نہیں۔ اور پھر جیسا جیسا ان پر زمانہ گذرتا ہے وہ اندرونی آگ عشق اور محبت الٰہی کی بڑھتی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی محبت رسول کی آگ ترقی پکڑتی ہے وغیرہ وغیرہ" اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو تقویٰ نصیب کرے۔ تاکہ اس کے وعدہ کے مطابق علم میں ترقی کریں" (نعمت خان از دہلی)